ڈاکٹر اکرم پرویز
صدر شعبہ اردو
ہندو کالج۔ مراد آباد

پریم چند اور ’کفن‘

طلبہ وطالبات ہم آج اردو کے ایک اہم اور مشہور افسانے پر گفتگو کریں گے جس کا نام ’کفن‘ ہے۔اس افسانے کے خالق پریم چند ہیں۔اس افسانے کی تشریح وتعبیر کے ساتھ ساتھ ہم پریم چند کے فن اور فکر پر بھی مکالمہ قائم کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں نے پریم چند کا نام ضرور سنا ہوگا۔ پریم چند اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں کہانیاں اور ناول لکھتے تھے۔اوران کے فن کا کمال یہ ہے کہ دونوں ہی زبانوں میں ان کی تخلیقات کو نہایت احترام حاصل ہے۔

پریم چند بنارس کے ایک گاؤں لمہی میں 31 جولائی 1880 کو پیدا ہوئے تھے۔وہ کایستھ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے والد عجائب لال ڈاک خانے میں کلرکی کرتے تھے۔ماں کا نام آنندی دیوی تھا۔گھریلو عورت تھیں۔لیکن انھوں نے محبت وایثار کے ساتھ پریم چند کو پالا تھا۔ پریم چند جب چھوٹے تھے تبھی ان کی ماں کا انتقال ہوگیا تھا۔کم عمر میں ان کی شادی بھی کردی گئی۔ان کو اس کا کافی ملال تھا۔ پریم چند کی ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی ہوئی تھی۔گاؤں کے ہی ایک مولوی سے انھوں نے اردو فارسی سیکھی تھی۔

پریم چند کا اصلی نام دھنپت رائے تھا۔جب انھوں نے لکھنا شروع کیا تو قلمی نام اختیار کیا۔ پہلے پہل انھوں نے نوبت رائے کے نام سے لکھا لیکن پھر پریم چند کے نام سے ہی مستقل طور پر لکھنے لگے۔ پریم چند کی شخصیت کے کئی پہلو تھے۔وہ افسانے اور ناول تو لکھتے ہی تھے ساتھ ہی انھوں نے اخباروں میں کالم بھی لکھے۔رسالوں کی ادارت بھی کی۔

پریم چند کا عہد سیاسی انتشار کا عہد تھا۔ 1880 سے لے کر 1936 کے درمیان ہندوستان کے سیاسی،سماجی،اقتصادی اور معاشرتی حالات ناگفتہ بہ تھے۔انگریزوں کا غلبہ دیس کے تمام شعبوں میں تھا۔وہ صرف سیاسی طور پر ہی نہیں بلکہ تہذیبی طور پر بھی بھارت کے نظام پر قابض تھے۔آزادی کا سنگھرش جاری تھا۔ پریم چند گاندھی وادی نقطۂ نظر کی حمایت کرتے تھے۔اور قلمی تعاون کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی ہندوستان کی آزادی کے سنگھرش میں شامل تھے۔ پریم چند کی کہانیوں اور ناولوں میں ان کے اس عہد کا پرتو صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

پریم چند کی زندگی گاؤں اور دیہات میں گذری تھی۔وہ کسانوں،مزدوروں اور عام انسان کے دکھ درد کو سمجھتے تھے۔انھوں نے ان تمام لوگوں پر ہونے والے مظالم کو غور سے دیکھا تھا۔لہذا ان کے افسانوں میں ان کا درد اپنے حقیقی انداز میں روشن ہوتا ہے۔ پریم چند کو حقیقت نگار کہا جاتا ہے۔حقیقت نگاریعنی حقیقت جیسی ہے اسی طرح سے اسے پیش کرنے کا فن۔حالاں کہ یہ اصطلاح اپنے آپ میں کافی وسیع ہے۔حقیقت کا تصور بھی اکہرا

نہیں ہے بلکہ اس کے کئی پہلو اور کئی رخ ہو سکتے ہیں۔ہم یہاں چونکہ پریم چند کی بات کر رہے ہیں تو ان کے یہاں یہ اصطلاح یعنی حقیقت نگاری، واقعات کو من وعن بیان کرنے سے عبارت ہے۔ ہندوستانی گاؤں میں کسانوں اور مزدوروں کے ساتھ بہت نا انصافی ہوتی ہے۔ ہمارا زراعتی نظام یعنی کھیتی باڑی بارش اور موسم کے مطابق کام کرتا ہے۔اس لیے انہونی کے مواقع بنے رہتے ہیں۔ چاول کے لیے بارش کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ جبکہ گیہوں کے لیے بارش کی مقدار کم ہونی چاہیے۔اس لیے چاول کی کاشت کے وقت بارش کا کم ہونا اس فصل کو نقصان پہچاتا ہے۔ گیہوں کے وقت اگر بارش زیادہ ہو جائے تو وہ اس کے لیے مضر ہے۔ کسان جب اس آفت میں پھنستا ہے تو گاؤں کے زمین دار، ساہوکار اور مہاجن اس کا استحصال کرتے ہیں۔یعنی ان کا ایک طرح سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔اس بات کو ایسے سمجھیں کہ کسان نے اگر قرض لیا ہے تو فصل بیچ کر وہ قرض چکائے گا۔ موسم کی وجہ سے فصل اگر برباد ہو گئی تو وہ اپنا قرض نہیں چکا پائے گا۔اس کی پوری زندگی قرض اور سود کے درمیان ہی معلق رہتی ہے۔ یہ حالات اس وقت بھی تھے اور آج بھی ہمارا دیس ان چکروں سے پوری طرح سے آزاد نہیں ہوا ہے۔ پریم چند کے ایک افسانہ 'پوس کی رات' میں ان تمام معاملات کو نہایت حقیقت آمیز اور دردمندانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

پریم چند کے افسانوں میں زندگی کو اسی طرح سے پیش کیا گیا ہے جیسی کہ وہ ہے۔اس میں کسی قسم کے مبالغے سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ان کے یہاں دیہات اور اس سے جڑے ہوئے مسائل کے ساتھ ساتھ گاؤں کے ثقافتی معاملات کو بھی روشن کیا گیا ہے۔ وہ محض مزدوروں اور کسانوں کے درد اور دکھ کو ہی بیان نہیں کرتے بلکہ ان رسموں کو بھی خاطر نشان کرتے ہیں جو ان کے استحصال کی موجب ہیں۔ وہ دیہی ماحول کو اس کی پوری جذئیات کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اس میں ان کا اسلوب اور بیان کرنے کا طرز نہایت ہی عام اور روانی سے پر ہوتا ہے۔ان کے افسانوں میں زبان کا استعمال ایک مخصوص طرز پر جاری رہتا ہے۔ جہاں لفظوں کے ثقالت کو منقطع کر دیا جاتا ہے۔ وہ کہانیوں میں انسانی جذبات کو بھی پیش کرتے ہیں لیکن ان کا یہ رویہ صاف اور سادہ ہوتا جو واقعات کی ترتیب کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔

پریم چند کی افسانوی دنیا میں محض گاؤں کا ہی تذکرہ موجود نہیں بلکہ اس میں شہر اور قصبوں کے ماحولیات کا بھی اظہار نظر آتا ہے۔ سماجی حقیقت نگاری، انصاف پسندی اور انسان دوستی ان کے وہ آدرش ہیں جو ان کے افسانوں کے بنیادی ساختیہ کی اساس ہیں۔ان کے افسانوں میں انسانوں کے ساتھ صلہ رحمی کے جذبات اسی انسان دوستی کے تناظر میں روشن ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں جن میں عیدگاہ، چوری، منتر، پوس کی رات، نمک کا داروغہ، بڑے گھر کی بیٹی، پنچایت، واردات وغیرہ شامل ہیں جو سماجی حقیقت نگاری، انسان دوستی اور انصاف پسندی کے اعلیٰ مظاہر ہیں۔

پریم چند ایک دبستان ایک پوری کتاب کا نام ہے۔ان کو جاننے اور سمجھنے کے لیے ان کی تمام تخلیقات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ یہاں ان کے تعلق سے چند بنیادی باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کے فن اور فکر کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔

کفن کی تلخیص: اس افسانے کی تفہیم وتعبیر کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔اس افسانے کو آپ تمام لوگوں کو حرف بہ حرف پڑھنا ہے۔افسانے کا آغاز ہوتا ہے ایک عورت کی کراہ اور چیخ سے۔وہ ماں بننے والی ہے اور بچہ جنتے وقت کے درد سے کراہ اور تڑپ رہی ہے۔اس کا نام بدھیا ہے۔بدھیا کا شوہر مادھو اور سسر گھیسو باہر بیٹھے اس کی چیخیں سن رہے ہیں۔لیکن ان دونوں میں سے کوئی اٹھ کر بدھیا کو دیکھنے نہیں جاتا۔محض اس لیے کہ انھیں ڈر ہے کہ ان میں سے کوئی ایک اٹھا تو دوسرا والا اس کے حصے کو بھنا ہوا آلو کھا جائے گا۔بدھیا درد سے تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے۔یہ دونوں اس کے کریا کرم کے لیے گاؤں کے زمین دار سے پیسے مانگنے جاتے ہیں۔زمین دار ان کی حالت پر ترس کھا کر انھیں پانچ روپیے دے دیتا ہے جسے لے کر یہ شراب اور کھانے میں اڑا دیتے ہیں۔مادھو، گھیسو سے پوچھتا ہے کہ ہم نے تو کریا کرم کا سارا پیسہ خرچ کر دیا اب بدھیا کا انتم سنسکار کیسے ہوگا۔اس پر گھیسو کہتا ہے کہ جو لوگ جیتے جی کسی کی پرواہ نہیں کرتے وہ مرنے کے بعد اس کا لحاظ کرتے ہیں تو بے فکر رہ۔یہیں کہانی ختم ہو جاتی ہے۔

تعبیر وتشریح: طلبہ و طالبات کہانی کی تعبیر وتشریح ایک مشکل فن ہے۔ہر کہانی کے اندر ہی اس کے تعبیری انسلاکات موجود ہوتے ہیں۔متن یعنی لکھی ہوئی تحریر میں لکھنے والے کی اپنی سائیکی، تعصّبات اور ترجیحات موجود ہوتے ہیں۔کوئی بھی کہانی اس طرح کے رویے سے آزاد نہیں ہوتی۔ہمیں تشریح کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہم اسی پیٹرن پر گامزن تو نہیں ہیں جو ہمیں مصنف دکھانا چاہتا ہے۔اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کفن میں پیش کیے گئے بنیادی سوالات کو یعنی انسانی فطرت کیا ہے؟ اور کفن کا رمز کیا ہے؟

کفن کے مرکزی کردار کو دلت کے طور پر پریم چند نے پیش کیا ہے۔ان کا تعلق چماروں کے کنبہ سے ہے۔جو گاؤں کے باہر رہتا ہے۔مادھو اور گھیسو کو کسی بات سے غرض نہیں بس انھیں اپنی پیٹ کی آگ سے ہی مطلب ہے۔اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔یہ ساری باتیں میں نہیں کہہ رہا بلکہ پریم چند نے جو کردار پیش کیے ہیں ان کے کرداری معاملات یہی ہیں۔دونوں اس حد تک بے غرض ہیں یہاں لفظ غیر انسانی کہنا زیادہ مناسب ہوگا، کہ ان کے سامنے ایک عورت تڑپ تڑپ کے مر جاتی ہے اور انھیں صرف اپنی بھوک سے مطلب ہے۔واقعتاً ہمارے سامنے بہت سی ایسی مثالیں ہیں جب انسان اپنی غیر انسانی فطرت میں ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ ایک مخصوص حرکت کے باعث ہوتا ہے یعنی ایک خاص لمحے میں وہ اپنی انسانی سطح سے اتر کر غیر انسانی یا جانورانہ خصلت میں ظاہر ہوتا ہے۔یہ حالت مستقل نہیں ہوتی۔مگر اس افسانے میں ان کی یہ حالت مستقل ہے۔کام چور اور آلسی ہونا کوئی بہت بڑی بات نہیں لیکن غیر انسانی ہونا ایک اہم بات ضرور ہے۔کفن کو پڑھتے ہوئے ہمیں اس بات کا خیال ضرور رکھنا ہے۔اور خود سے سمجھنے کی کوشش کرنی ہے کہ کیا پریم چند کی کہانی کے کردار ہمارے سماج میں موجود ہیں؟ اور اگر ہیں تو اس کا ذمہ دار ہم کس کو مانیں گے۔

دوسرا سوال کفن سے متعلق ہے۔یعنی ایک کفن تو کہانی میں سامنے موجود ہے جس کے انتظام کے لیے مادھو اور گھیسو تگ و دو کر رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ایک اور کفن بھی ہے جو بدھیا کا پیٹ ہے جس میں اس کا مرا ہوا بچہ موجود ہے۔سوال یہ ہے کہ ہمارے لیے ان دونوں کفن کیا معنی دے رہے ہیں۔ہمیں یہ خود سے سمجھنا

ہے کہ بدھیا کے پیٹ کو کفن بنانے والے مادھو اور گھیسو ہیں یا ان کا سماج۔ ادب سوالات قائم کرتا ہے جوابات ہمیں خود تلاش کرنے ہوتے ہیں پریم چند کی یہ کہانی جن سوالوں کو قائم کرتی ہے وہ تب بھی معنی خیز تھے اور آج بھی ہیں۔ اسی لیے کفن کو پریم چند کا شاہکار تسلیم کیا جاتا ہے۔